فکر اسلامی کا عظیم سرمایہ (۵)

ایک مطالعاتی جائزہ

ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کی تحریروں سے اقتباسات

مرتب: محمد موسیٰ بھٹو

انسانی سرگرمیوں کی قوت محرکہ سے ناآشنا دانشوروں کو فلسفہ پیش کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں

© rasailojaraid.co

گویا انسانی سرگرمیوں (خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی) کی نوعیت اور ان کی غرض و غایت کو اس وقت تک سمجھنا ناممکن ہے جب تک ہم انسانی شخصیت کی بگھی کو ہانکنے والے ڈرائیور کی حقیقت اور اس کے نصب العین یا منزلِ مقصود سے آگاہ نہ ہوں۔ دوسرے الفاظ میں تاریخ' سیاسیات' اخلاقیات' تعلیمات' قانون' معاشیات' مذہب' فن' سائنس اور جنگ کے فلسفہ پر کسی مصنف کو اس وقت تک طبع آزمائی کرنے اور دوسروں کے سامنے اپنا فلسفہ پیش کرنے کا کوئی حق نہیں جب تک اس کے فلسفہ کی بنیاد اس جبلت پر نہ ہو جو انسانی سرگرمیوں کی قوتِ محرکہ ہے۔ اس خواہش کی نوعیت کے بارے میں اس کا علم ناقص اور منطق و عقلیت کے معیار سے فروتر ہو سکتا ہے' لیکن اگر کوئی صاحبِ قلم اس جبلت سے کلیتاً صرفِ نظر کر کے اپنا فلسفہ پیش کرے گا تو وہ فلسفہ کی ابتدائی شرطوں پر بھی پورا نہیں اترے گا اور نہ اہل دانش کے نزدیک کسی غور و فکر کا مستحق ہوگا۔ ایسے مصنف کا ذہن آغاز سے ہی پراگندہ ہوگا' اس لئے وہ جن نتائج تک پہنچے گا وہ عقل و خرد سے عاری اور شیخ چلی کی قیاس آرائیوں کے مترادف ہوں گے۔

(مضمون: ڈاکٹر محمد رفیع الدین' ماہانہ اسلامی تعلیم' نومبر و دسمبر ۱۹۷۳ء)

© rasailojaraid.co

اسلام کی حکیمانہ سائنسی توجیہہ مہیا کرنا' مسلمانوں کی حیاتیاتی ضرورت ہے

میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہہ مہیا کرنا مسلمانوں کی ایک حیاتیاتی ضرورت ہے' جس کو وہ صرف اپنی زندگی کی قیمت پر ادا کر کے ہی نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حملہ یا جارحانہ اقدام بہترین مدافعت ہے۔ یہ حقیقت جس طرح اس جنگ کی صورت میں درست ہے جو ایک ریاست کو فوجی محاذ پر لڑنی پڑتی ہے' اسی طرح سے اس جنگ کی صورت میں بھی درست ہے جو اس کو نظریاتی محاذ پر لڑنی ہوتی ہے۔ اگر ہم بروقت اور اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے' اسلام کی مدافعت کے لئے دوسرے نظریات کے علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ کھول سکیں تو ممکن ہے کہ پھر اسلام کی مدافعت کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے اور ہم دیکھیں کہ جس نظریۂ حیات کی مدافعت کے لئے ہم آخر کار باہر نکل رہے ہیں وہ وہ نہیں جس کی مدافعت کے لئے ہمیں کل تک باہر نکلنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ لیکن جب تک ہم اس طریق پر جس کی نشاندہی اوپر کی گئی ہے' اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہہ پیدا نہ کریں ہم اس وقت تک علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ نہیں کھول سکتے۔ کام کی فوری ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر ہمیں اپنے بہترین اور سب سے زیادہ زوردار دماغوں کو اس کام پر لگانا چاہئے' تاکہ یہ جلد از جلد اپنی تکمیل کے مرحلے طے کرے۔ ہمیں چاہئے کہ ہر پائی جو میسر آ سکتی ہے' اس کام پر لگا دیں اور جو لوگ اس کام میں لگ جائیں وہ جب تک کام ختم نہ ہو جائے پوری تن دہی کے ساتھ اسی کام میں مصروف رہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں مستشرقی تحقیق اور میکانکی اسلامی تحقیق کے کاموں کو کلیتاً بند کرنا چاہئے' لیکن ہمیں یقیناً مستشرقی تحقیق کے کام کو خواہ ہم آئندہ اس کو کسی نام کے ساتھ جاری رکھنا پسند کریں' یونیورسٹیوں تک محدود کر دینا چاہئے' تاکہ اسلامی تحقیق کے غلط اور فریب کارانہ لقب کے ساتھ' جو درحقیقت حیلہ ساز عیسائیت نواز مستشرقی ذہنوں کی پیداوار ہے' وہ ہمارے اسلامی تحقیق کے اداروں میں دخل انداز نہ ہو سکے۔

(اسلامی تحقیق کا مفہوم' مدعا اور طریق کار' صفحہ ۳۰' تصنیف ڈاکٹر محمد رفیع الدین)

© rasailojaraid.com

بعض وقت کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی فوری اور شدید ضرورت یہ ہے کہ اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کی جائے۔ لیکن جب تک ہم اسلام کو ٹھیک طرح سے اور پوری طرح سے نہ سمجھ لیں ہم اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کیسے کر سکتے ہیں! اس وقت ٹھیٹھ اسلام ہی کی مختلف توجیہات کی جارہی ہیں' لہٰذا ہمیں پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کون سا اسلام ہے جس سے ہم نے ایک نیا قانونی نظام اخذ کرنا ہے۔ جب اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ جو صرف ایک ہی ہو سکتی ہے' موجود ہو جائے گی تو پھر وہ نہ صرف غیر مسلموں کے تمام غلط نظریات اور فلسفوں کی مکمل اور ایمان پرور تردید کرے گی بلکہ اسلام کی ان غلط اور بے بنیاد توجیہات کا بھی مکمل اور یقین افروز ابطال کرے گی جو اُن مسلمانوں نے پیش کی ہیں جو اسلام کے جدیدیت زدہ' کوتاہ اندیش مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لئے اسلام کو ایک نئی شکل دینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ فقط ایک ہی بنیاد ہے جس پر ہم اسلام کے جدید قانونی نظام کی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جب اسلام کی ایسی توجیہہ فی الواقع وجود میں آئے گی تو ہم دیکھیں گے کہ احکامِ اسلامی کی علتوں اور حکمتوں کے کھل جانے کی وجہ سے اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کے بہت سے مشکل مسائل خود بخود حل ہو گئے ہیں اور اس کا سارا کام نہایت آسان ہو گیا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۳۱)

یقین کے فقدان کے دَور میں اسلام کے قانونی نظام کی تشکیلِ جدید کا نعرہ۔ بے وقت کی راگنی

مسلمانوں کی زندگی کے اس مرحلہ پر جب اسلام پر ان کا یقین گر رہا ہے' اسلام کے قانونی نظام کی تشکیل جدید ایک بے وقت کی کوشش اور ایک بہت بڑی غلطی ہو گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اسلام کے موجودہ قوانین بہتر نہیں' بلکہ بدتر ہو جائیں گے۔ مجتہد کو جو چیز صحیح اجتہاد کے راستہ پر راہنمائی کرتی ہے وہ علومِ قدیمہ وجدیدہ کا علم ہی نہیں' بلکہ خدا کی محبت اور معرفت کا نور بھی ہے۔ انحطاطِ دین کے اس زمانہ میں یہ نور نایاب نہیں

© rasailojaraid.c

تو صعب و مشکل ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی مسلمان کے دل میں یہ نور پوری طرح سے روشن ہو' نہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ عرصۂ دراز تک قرآن اور حدیث کے گہرے مطالعہ میں لگا رہے اور صحابہ اور ائمہ اور صلحاء کی پاکیزہ اور مجاہدانہ زندگیوں سے اثر پذیر ہو' بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح سے اسلام کے اخلاقی اور مذہبی ضبط کے ماتحت رکھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت اسلام کے معاشرتی قوانین کو بدلنے کی فوری ضرورت ہے' لیکن جب تک ہم اسلام کے اخلاقی اور مذہبی قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اس وقت تک ہم اسلام کے معاشرتی قوانین کی بھی کوئی عزت نہیں کر سکتے اور اس وقت تک ٹھیک طرح سے یہ بھی نہیں جان سکتے کہ ہمیں اسلام کے معاشرتی قوانین کو کس طرح بدلنا چاہئے اور آیا ان کو بدلنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ ایسی حالت میں ہم اسلام کے معاشرتی قوانین کو کم از کم اسلام کے ان اخلاقی اور مذہبی قوانین کی روشنی میں نہیں بدل سکتے' جن کی خلاف ورزی ہم دن رات کرتے ہیں۔ (ایضاً' صفحہ ۳۲)

اجتہاد کی موجودہ خواہش غیر اسلامی نظریات سے محبت کا نتیجہ ہے

سچا اجتہاد ہمیشہ اسلام کی گہری محبت کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس شریعت کی ایک قدرتی اور بے ساختہ نشوونما کی صورت اختیار کرتا ہے جو حضور ﷺ اور صحابہؓ نے ہمارے لئے چھوڑی ہے۔ اجتہاد کے لئے ہماری موجودہ خواہش اسلام کی محبت کا نتیجہ نہیں' بلکہ اسلام کی پوشیدہ نفرت اور غیر اسلامی نظریات کی چھپی ہوئی محبت اور ستائش کا نتیجہ ہے۔ اس کا مقصد درحقیقت یہ ہے کہ اسلام کے احکام کو اس طرح سے بدل دیا جائے کہ وہ ہمارے ان خیالات اور تصورات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں جو ہم نے غیر اسلامی نظریات سے مستعار لئے ہیں اور جن کو ہم دل ہی دل میں چاہتے اور بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ یہ خواہش دراصل اس بات کی ایک کوشش ہے کہ اسلام کو اس ''حکمت'' اور ''دانائی'' سے بہرہ ور کیا جائے جو ہم نے دوسرے نظریات سے سیکھی ہے اور اس طرح سے اسلام کو ایک نئے ''حسن و جمال'' سے اور ایک نئی ''شان و شوکت''

© rasailojaraid.com

سے جن کا نظارہ ہم ان نظریات کی قیادت میں کر چکے ہیں' ''مزین'' کیا جائے۔ یہ سچا اجتہاد نہیں' کیونکہ یہ وہ اجتہاد نہیں' جو شریعت کی قدرتی اور بے ساختہ نشو ونما کی صورت اختیار کرتا ہے' بلکہ یہ شریعت کی تحریف ہے جو ہم اپنے توہمات کے زیر اثر کرنا چاہتے ہیں یا ایک ایسی کوشش ہے جس سے ہم دوسرے نظریات کو جنہیں ہم پسند کرتے ہیں' جہاں تک ہمارا بس چلتا ہے اسلام کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ سچا اجتہاد اس وقت ممکن ہوگا جب ہم اسلام سے پھر ایسی ہی محبت کا احساس کرنے لگیں گے جیسی کہ پہلے ہمارے دلوں میں تھی اور ہم اس شریعت کو جس پر حضور ﷺ اور صحابہ ؓ کا عمل تھا' پھر ایسی ہی محبت کی روشنی میں پوری طرح سے سمجھنے لگیں گے۔ جب تک ہمیں اسلام کی محبت کا یہ مقام پھر حاصل نہیں ہو جاتا ہم اسلام کی اس بصیرت سے محروم رہیں گے جس کی مدد سے ہم یہ سمجھنے کے قابل ہو سکتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں جو تغیر واقع ہوا ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے یا نہیں کہ ہم شریعت کی روشنی میں اس کی اصلاح کے لئے نئے قوانین وضع کریں۔ اگر حضرت عمرؓ کو یہ بصیرت حاصل تھی تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو جاتا ہے کہ عام بے یقینی کے اس دَور میں یہ بصیرت ہمیں بھی حاصل ہے۔ (ایضاً صفحہ ۳۳'۳۴)

انحطاط کے دَور میں متقدمین کی تحقیق کی اہمیت

جس چیز کو ہم معاشرہ کا ایک ناگزیر ارتقائی تغیر سمجھ رہے ہیں' جو ہمارے خیال میں اجتہاد اور نئے قوانین کا تقاضا کرتا ہے' وہ درحقیقت مغرب کی تقلید میں ہماری عام اخلاقی گراوٹ' غیر اسلامی نظریات سے ہماری محبت اور اسلام کے اخلاقی اور دینی ضبط اور نظم سے ہماری نفرت اور بغاوت کے عوامل ہیں' جو ایک دوسرے پر عمل اور ردعمل کر رہے ہیں۔ یہ تمام حالات اسلام پر ہمارے یقین کے انحطاط کی علامات کے سوائے اور کچھ بھی نہیں۔ موجودصورت میں ہمارا اجتہاد جو باطل ہوگا' ان افسوس ناک حالات کو بہتر نہیں' بلکہ بدتر بنائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجتہاد شریعت کے وقار کو اور اس کے ساتھ پورے عالم اسلام کے وقار کو اور کم کرے گا' جس سے ہمارا یقین اور متزلزل ہو جائے گا اور ہم میں سے بعض لوگ جن کا ایمان پہلے ہی کمزور ہے' ناحق اور نادرا طور پر

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

یہ سمجھنے لگیں گے کہ اسلام ایک وقتی نظریۂ حیات تھا جو حالات کے ساتھ بدل گیا ہے۔ لیکن اسلام کی ساری تاریخ بتا رہی ہے کہ ایسے اجتہاد کو سچے مسلمانوں نے کبھی قبول نہیں کیا اور اس کے باوجود سچا اسلام ہمیشہ زندہ اور باقی رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اقبال نے کہا ہے کہ یقین و ایمان کے انحطاط کے اس دَور میں متقدمین کے قدم پر چلنا اس سے بدرجہا بہتر اور محفوظ تر ہے کہ ایسے لوگوں کا اجتہاد قبول کیا جائے جو نورِ ایمان سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان حالات کا صحیح علاج یہ نہیں کہ ہم نئے قوانین وضع کریں جو ہمارے اعمال و افعال کو زیادہ سے زیادہ مصنوعی اور سطحی طور پر بدل سکتے ہیں' بلکہ ان کا صحیح علاج یہ ہے کہ ہم اسلام کے جدید نظامِ تعلیم کو نافذ کریں جس میں خدا کا تصور تمام طبیعیاتی' حیاتیاتی اور نفسیاتی یا انسانی اور اجتماعی علوم کو منظم کرنے والا محوری اور مرکزی تصور ہو۔ صرف ایسا نظام تعلیم ہی فرد کو ذہنی طور پر پوری طرح سے بدل کر درست کر سکتا ہے۔ یہ نہ تو کوئی دیانت داری ہے اور نہ انصاف کہ ہم پہلے خود ہی ایک ایسا تعلیمی اور ثقافتی ماحول پیدا کریں جس میں فرد کی ذہنی اور نفسیاتی تربیت صرف اس طرح سے ہو سکے کہ وہ اسلام کے نقطۂ نظر سے سوچنے اور کام کرنے کے قابل نہ رہے اور پھر یہ شکایت کریں کہ اس کے اعمال و افکار درست نہیں اور ایسے قوانین وضع کریں جو اس کے نادرست اعمال میں ایک بیرونی مصنوعی دباؤ کی صورت میں رکاوٹ پیدا کریں۔ قوانین صرف وہاں کام کرنے کے لئے وضع کئے جاتے ہیں جہاں تعلیم ناکام رہ گئی۔ ہمارے لئے اس بات کا کوئی جواز موجود نہیں کہ ہم تعلیم کی دلوں کو بدلنے والی اصلی قوت کو آزمائے بغیر قوانین کی مصنوعی قوت سے کام لیں جو ہمارے ظاہری اعمال کو بھی بدل نہیں سکتی۔ تعجب کا مقام ہے کہ ہم معاشرہ کو جدید اسلامی نظام تعلیم کے ذریعہ سے حقیقی معنوں میں اور بنیادی طور پر بدلنے کی بجائے اسے مصنوعی اور سطحی طور پر بدلنے کے لئے موجودہ اسلامی قوانین کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں' حالانکہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ جب قوانین پر عمل کرنے کی نیت موجود نہ ہو تو ان کی زد سے بچ کر نہایت آسانی کے ساتھ ان کی خلاف ورزیاں کی جا سکتی ہیں۔ (اسلامی تحقیق کا مفہوم' مدعا اور طریق کار' صفحہ ۳۴)

© rasailojaraid

© rasailojaraid

نظریاتی جنگ میں فتح یابی کے لئے صحیح فلسفۂ تعلیم کی تشکیل کی ضرورت

لیکن جدید اسلامی نظامِ تعلیم جو نہ صرف اسلامی ہونا چاہئے' بلکہ علمی اور عقلی لحاظ سے بھی محکم اور غیر متزلزل بنیادوں پر قائم ہونا چاہئے' اس بات پر موقوف ہے کہ آیا ہم تعلیم کا کوئی معقول اور صحیح فلسفہ جو لازماً اسلامی فلسفہ ہوگا' پیدا کر سکتے ہیں یا نہیں اور تعلیم کا ایسا فلسفہ انسان اور کائنات کی صحیح علمی اور عقلی توجیہہ دوسرے لفظوں میں اسلام کی سائنسی اور حکمیاتی توجیہہ کے ایک جزو کے طور پر ہی وجود میں آ سکتا ہے' ورنہ وجود میں نہیں آ سکتا اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسلام کی یہی سائنسی اور حکمیاتی توجیہہ ہے جو اسلامی نظامِ قوانین کی ایک ہی ممکن بنیاد بھی ہے۔ غرض ہم جس نقطۂ نظر سے بھی دیکھیں ہماری فوری ضرورت یہ نہیں کہ ہم اسلام کے قوانین کو بدل دیں' بلکہ یہ ہے کہ ہم اصلی اور صحیح قسم کی تحقیقات کے ذریعہ سے اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ پیدا کر کے اسلام پر اپنے ایمان کو تازہ کریں اور اسلام کی صحیح علمی اور عقلی واقفیت سے اپنے آپ کو مسلح کریں' تاکہ محض عالمِ انسانی کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے ہم جس نظریاتی جنگ میں مجبوراً شریک ہیں اس میں فتح پائیں اور شکست کھا کر مٹنے سے محفوظ رہیں۔ (ایضاً' صفحہ ۳۵)

مشاہدہ اور مطالعۂ قدرت کی قرآنی دعوت

قرآن نے مشاہدہ اور مطالعۂ قدرت پر کیوں زور دیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کا نچوڑ یہ ہے کہ خدا کی محبت انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے اور جب تک انسان خدا کی ستائش' عبادت اور اطاعت کے ذریعہ سے خدا کی محبت کا اظہار نہ کرے اس کی شخصیت نشوونما پا کر اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتی اور اس زندگی میں اور آنے والی زندگی میں ان مسرتوں اور راحتوں کو نہیں پا سکتی جو اس کے کمال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ خدا کی محبت کے ذریعہ سے انسانی شخصیت کی تکمیل ہی مقصدِ کائنات ہے' لیکن خدا کی محبت جو انسان کی فطرت میں ہے' خدا کی معرفت کے بغیر بیدار نہیں ہوتی اور خدا کی معرفت حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ انسان خدا کی صنعت یعنی کائنات کو دیکھے' اس

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

لیتے ہوئے خدا کا ذکر کریں وہاں ان سے اس بات کی بھی توقع رکھتا ہے کہ وہ کائنات کی تخلیق ﴿خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پر غور کریں۔

خدا کی خالقیت وربوبیت کے نشانات کا کائنات کی تینوں سطحوں پر موجود ہونا

۱) قرآن کی رو سے خدا کی خالقیت اور ربوبیت کے نشانات کائنات کی تینوں سطحوں پر موجود ہیں۔ مادی دنیا کے مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن حکیم چاند' سورج اور ستاروں کی حرکت کا' برق وسحاب کا' ہواؤں کے چلنے کا' اختلاف لیل ونہار کا' مینہ برسنے کا' چاند کے گھٹنے بڑھنے کا' پہاڑوں کا' زمین کی ہموار سطح کا' پہلے آسمان اور زمین کے یکجا ہونے اور پھر الگ الگ ہونے کا اور اس طرح کے اور مظاہر قدرت کا ذکر کر کے ان کے مشاہدہ اور مطالعہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اگر ہم ان مظاہر قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ کا حق ادا کر کے ان کی حقیقت اور اصلیت کو پوری طرح سمجھ لیں اور ان کے تمام رموز واسرار سے اور خدا کی ان تمام حکمتوں سے جو ان کے اندر پوشیدہ ہیں' پوری طرح آگاہ ہو جائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام طبیعیاتی علوم (Physical Sciences) وجود میں آ جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام سائنسی حقائق ایک سلسلہ یا نظام بناتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ علمی وعقلی ربط وضبط رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف دلالت اور راہنمائی کرتے ہیں۔

۲) اسی طرح سے حیاتیاتی دنیا کے مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآنِ حکیم زمین سے روئیدگی کے نمودار ہونے کا' لہلہاتی کھیتیوں کا' غلہ پیدا کرنے کا' مختلف رنگوں اور ذائقوں کے پھلوں کا' پانی سے ہر جاندار کے زندہ ہونے کا' کیچڑ سے انسان کی تخلیق کے آغاز کا' زمین سے نسل انسانی کے اگنے کا' زمین میں ہر قسم کے جانداروں کے پھیل جانے کا' پرندوں کے اڑنے کا' سواری کے کام آنے والے اور دودھ دینے والے چوپایوں کا' نباتات اور حیوانات کے ازواج کا' اونٹ کی حیرت انگیز جسمانی ساخت کا' انسان کی قوتِ فہم ودید وشنید کا اور ماں کے رحم میں انسانی جنین

© rasailojaraid

کی حالتوں کے تدریجی تغیر کا اور اسی طرح کے دوسرے مظاہر قدرت کا ذکر کر کے ان کے مشاہدہ اور مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہم ان مظاہر قدرت کا پورا مشاہدہ اور مطالعہ کریں' یہاں تک کہ ان کے تمام اسرار و رموز سے آشنا ہو جائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام حیاتیاتی علوم (Biological Sciences) مکمل طور پر وجود میں آجائیں گے۔

۳) پھر اسی طرح سے نفسیاتی یا انسانی دنیا کے مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآنِ حکیم انسانی تاریخ کے بعض اہم واقعات اور قوانین کا اور انسانی فطرت کے بعض بنیادی قواعد اور حقائق کا ذکر کرتا ہے' مثلاً قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ کس طرح سے تاریخِ عالم میں پے در پے ایسے انسانوں کا ظہور ہوتا رہا جنہوں نے کہا کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور لوگوں کو یہ بتانے آئے ہیں کہ ان کا سچا معبود خدا ہے جو اس کائنات کا خالق ہے' کس طرح سے رسولوں کی دعوت کو بعض لوگوں نے قبول کر لیا اور بعضوں نے قبول نہ کیا' کس طرح سے قبول کرنے والوں کے دل اطمینان اور مسرت سے بھر گئے' یہاں تک کہ وہ خدا کے لئے طرح طرح کی مصیبتیں اور ذلتیں اٹھانے بلکہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے' کس طرح سے انکار کرنے والوں کو تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا' یہاں تک کہ وہ نیست و نابود ہو گئے۔ کس طرح سے خدا کی محبت یا دین انسان کی فطرت میں ہے جو لازوال اور غیر مُبدل ہے' کس طرح سے خدا کی عبادت انسان کے دل کو مطمئن کرتی ہے' کس طرح سے نوعِ انسانی اپنی فطرت کے اصلی تقاضوں کو بھولنے اور مختلف قسم کے غلط اور جھوٹے معبودوں کو اپنانے کی وجہ سے ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے اور کس طرح سے ان کے اتحاد کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ وہ اپنے سچے معبود کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں' کس طرح سے انسان کے دل میں نیک و بد' درست اور نادرست اور خوب و زشت کو پرکھنے کا ایک معیار موجود ہے' جو خواہ انسان اس سے گریز کے بہانے بناتا رہے' ہر وقت اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ پھر انسانی لاشعور کے بعض ایسے وظائف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جن کو ماہرین نفسیات نے حال ہی میں سمجھا ہے' قرآن حکیم ہمیں

© rasailojarai
© rasailojarai

بتاتا ہے کہ کس طرح سے انسانی فرد کے تمام چھوٹے اور بڑے اعمال اس کے وجود میں نامۂ اعمال کی صورت میں محفوظ رہتے ہیں اور کس طرح سے یہ نامۂ اعمال موت کے بعد انسان کے سامنے کھل جائے گا اور وہ کہے گا کہ میرا کوئی چھوٹا یا بڑا فعل ایسا نہیں جو اِس کے اندر لکھا نہ گیا ہو۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اگر ہم ان حقائق کا پورا پورا تجزیہ کریں اور ان کے معانی اور مطالب اور ان کے نتائج ومضمرات اور اسباب وعوامل پر پوری طرح سے حاوی ہو جائیں تو تمام انسانی علوم (Human Sciences) اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ وجود میں آ جاتے ہیں۔ (ایضاً' صفحہ۳۴۔۳۷)

☆ ☆ ☆

© rasailojaraid

بقیہ: وحدتِ ادیان کا باطل تصور

جب تک حضرت مسیحؑ نہیں آئے' یہ دَور حضرت موسٰیؑ کا رہا' اس میں جو یہودی یعنی حضرت موسٰیؑ کے پیروکار تھے اگر ان کا اللہ اور آخرت پر ایمان تھا۔ اسی طرح حضرت مسیحؑ کے دور میں جو بھی اللہ پر' حضرت مسیحؑ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا تھا اور اس کا عمل درست تھا تو اس کے لئے کوئی خوف وحزن نہیں اور اللہ کے ہاں ان کا اجر محفوظ ہے۔ گویا انبیاء کرامؑ کے ساتھ صرف منسوب ہونا نجات کی ضمانت نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ ساتھ اللہ اور آخرت پر ایمان' جس کے نتیجے میں عمل درست ہو جائے' لازم ہے۔ یعنی اصل بنائے نجات اللہ اور آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہے' محض کسی گروہ' اُمت یا شخصیت کے ساتھ وابستگی نجات کی ضمانت نہیں۔

بارک اللہ لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاکم بالآیات والذکر الحکیم ○○

© rasailojaraid

© rasailojaraid

شرابِ کہن پھر پلا ساقیا (۳)

تحریر: حامد سجاد طاہر☆

بیچ کی راہیں

علی گڑھ اور دیوبند دو انتہاؤں کا نام تھا۔ لہٰذا کئی ایسی تحاریک نے سر اٹھایا جنہوں نے اس Thesis اور Antithesis کے مابین synthesis کی راہ تلاش کی۔ اس مساعی میں یوں تو بہت سے افراد نے حصہ لیا لیکن یہاں ہم صرف ان افراد کا تذکرہ کریں گے جن کی تحاریک نے دار العلوموں کی شکل اختیار کی' یا پھر آخر میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ کریں گے جس نے ایک ادارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔

(۱) مولانا شبلی نعمانیؒ اور دار العلوم ندوہ

مولانا شبلی نعمانی پہلے علی گڑھ میں پڑھاتے تھے اور تب وہ ''پروفیسر شبلی'' کہلاتے تھے' مگر پھر آپ نے یہ محسوس کیا کہ علی گڑھ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کا حق ادا نہیں کر سکتا' لہٰذا ۱۸۹۴ء میں لکھنؤ میں منعقد ہونے والے ندوۃ العلماء میں آپ کی تجویز پر دار العلوم ندوۃ العلماء کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تاکہ وہ افراد جو جدید علوم سے مزین ہوں وہ دینی علوم سے بالکل کورے نہ ہوں۔ تاہم اس ادارے میں باقاعدہ تدریس کا آغاز وسائل کی قلت کے باعث عملاً ۱۸۹۸ء میں ہوا۔ ارادہ تو یہی تھا کہ قدیم اسلامی نصاب جدید تقاضاؤں کے ساتھ پیش کیا جائے گا اور جدید علوم کو بھی شاملِ نصاب کیا جائے گا' لیکن عملاً کئی برس تک اس میں وہی پرانا نصاب پڑھایا جاتا رہا' یہاں تک کہ مولانا شبلی نعمانی بذاتِ خود حیدر آباد سے منتقل ہو کر یہاں آئے تو اصلاح کا کچھ عمل شروع ہوا۔ درسِ نظامی میں سے قدیم فلسفہ و منطق کو نکال کر فلسفۂ جدید کو شاملِ نصاب کیا گیا۔

☆متعلم قرآن کالج لاہور